AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ممتاز اطہر کی شاعری: فکری وفنی مطالعہ

MUMTAZ ATHAR'S POETRY: AN INTELLECTUAL AND ARTISTIC STUDY

Afsheen Naz
PhD Scholar Department of Urdu, Ghazi University, Dera Ghazi khan
Ateeq Ur Rehman
PhD Scholar Department of Urdu, Ghazi University, Dera Ghazi khan
Dr. Munawar Amin (Corresponding Author)
Assistant Prof. University of Southern Punjab Multan
Email: drmunawaramin143@gmail.com

Abstract:
Mumtaz Ather holds a prominent position in the poetic tradition of Multan. To express his thoughts, he adopted the genre of Ghazal alongside other forms of poetry. While he has published four poetic collections to date, he maintains a distinct identity among the poets of Multan due to his unique style and innovative approach.Mumtaz Ather is always in search of new creative possibilities and possesses a constant drive to move forward without stagnating at any single point. The brilliance of his Ghazal writing fully emerged during the 1970s.
The prominent theme in Mumtaz Ather's poetry is resistance. In his work, resistance stems from his contemporary awareness and the profound impact of the prevailing political climate.The experiences reflected in his poetry are not merely derived from books; rather, they are the fruit of his arduous journey through the "deserts of life." Mumtaz Ather beautifully transforms the political and social realities of his era into the core subjects of his poetic expression.
Keywords: *Resistance, Innovation, exploitation, Contemporary awareness, captive, Narcissism, Influencer Aesthetics, Intellectual insight, Imagination.*

ممتاز اطہر ملتان کی شعری روایت میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے دیگر شعری اصناف کے ساتھ غزل کو بھی اپنایا۔ اب تک ان کے چار شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں، مگر وہ اپنے منفرد اسلوب اور جدت طرازی کے باعث ملتان کے شعراء میں اپنی ایک الگ شناخت رکھتے ہیں۔ ممتاز اطہر ہمیشہ سے نت نئے تخلیقی امکانات کی تلاش میں رہتے ہیں اور کسی ایک مقام پر رکے بغیر مسلسل آگے بڑھنے کی لگن رکھتے ہیں۔ ممتاز اطہر کی غزل گوئی کے جوہر 70 کی دہائی میں کھل کر سامنے آئے۔ ممتاز اطہر کے اب تک چار شعری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ "محبس میں دراڑ" 1002ء

2۔ "اک اور منظر" 2003ء

3۔ "الاؤ کے گرد بیٹھی رات" 2013ء

4۔ "دیر تک" 2017ء

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ممتاز اطہر کا پہلا شعری مجموعہ "محبس میں دراڑ" جنرل ایوب اور ضیاء الحق کی آمریت اور مارشل لاء کی سختیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اس میں وہ معاشرتی تبدیلیوں، کھوکھلے ثقافتی اور تہذیبی نظام، سیاسی تاویلات و توجیہات، ادب پر عائد پابندیوں، جبر اور استحصال کے خلاف بھرپور آواز بلند کرتے ہیں۔ ممتاز اطہر نے معاشرے کے مصائب، دکھوں اور تکالیف کو اپنی شاعری میں انتہائی مؤثر انداز میں پیش بھی کیا، جس سے ان کی شاعری حقیقت نگاری کے ساتھ ساتھ مزاحمتی جذبے کی آئینہ دار بن گئی۔

تپتی دھوپ، اور گھنی چھاؤں کا چہرہ لکھنا ہے
مجھ کو اپنے عہد کا منظر نامہ لکھنا ہے
لکھنا جب تقدیر ہوا تو زندہ لفظوں میں
صحرا کو صحرا، دریا کو دریا لکھنا ہے(1)

ممتاز اطہر نے آمریت کے دور میں ہونے والی ظلم و ستم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کی فکری بالیدگی نے ان کو اس امر پر مجبور کیا کہ وہ ایسے سوال اٹھائیں جن کو اس دور کے دوسرے اہل قلم صفحہ قرطاس پر لانے سے گھیر ا رہے۔ ظہیر کاشمیری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> جب ایک منتخب وزیر اعظم کو پھانسی دی گئی مظلوم عوام کو کوڑے مارے گئے اور جیلیں بھر دی گئیں ان دنوں لوگ سچ بولتے ہوئے ڈرتے تھے لیکن ممتاز اظہر نے بغیر کسی ڈر اور خوف کے شاعری کی۔(2)

کوئی بھی تخلیق کار یا شاعر معاشرے کے عام افراد کی نسبت زیادہ حساس ہوتا ہے۔ اس لیے معاشرے میں رونما ہونے والے حالات و واقعات تخلیق کار پر عام افراد کی نسبت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ ممتاز اطہر نے مارشل لاء کے دور میں عوام پر ہونے والے مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ممتاز اطہر معاشرے میں موجود بے حسی کا شکار بالکل نہیں ہونا چاہتے وہ اپنی ذات سے ہٹ کر اجتماعی حوالے سے سوچتے ہوئے معاشرتی مسائل کو اپنی شاعری کا موضوع بناتے ہیں۔

نہیں آئے گا دن کو رات کہنا ہے
میرا مسلک ہے سچی بات کہنا(3)

ممتاز اطہر کی شاعری کا نمایاں موضوع مزاحمت ہے شاعری میں مزاحمت ان کی عصری آگہی اور سیاسی صورتحال کی اثر پذیری کے تحت ہے ان کی شاعری میں جو تجربات دیکھنے کو ملتے ہیں وہ صرف کتابوں سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ زندگی کے ریگزار میں محو سفر ہونے کا نتیجہ ہے۔ ممتاز اطہر نے اپنے دور کی سیاسی اور سماجی صورتحال کو نہایت خوبصورتی سے اپنی شاعری کا موضوع بناتے ہیں۔

تمام عمر کی لاحاصلی عذاب ہوئی
وہ مل گیا ہے تو اپنا نشاں نہیں ملتا
یہ کیسی ساعتیں سر پر ہیں آج کل اطہر
زمین ملی ہے تو اب آسمان نہیں ملتا(4)

ممتاز اطہر نے دور آمریت میں لوگوں پر ہونے والے ظلم، بے حسی اور لاتعلقی کا شکوہ اپنی شاعری میں جا بجا کیا ہے شاعر لوگوں کے رویے سے سخت نالاں ہے اسے اس بات کا دکھ ہے کہ لوگ اس رویے کو کیوں برداشت کر رہے ہیں اس پر وہ آواز بلند کیوں نہیں کر رہے ان کے اندر احتجاج کرنے کی صلاحیت کیوں دم توڑ گئی ہے۔

تمام رات چھنکتی رہی ہیں زنجیریں
تمام شہر بنا ہے غلام خاموشی(5)

ممتاز اطہر اپنی قوت بیان کو اپنی ذات کا راگ الاپنے کے لیے استعمال نہیں کرتا بلکہ یہ وہ اس نعمت کو بستی کے لوگوں کی امانت تصور کرتا ہے حالاں کہ وہ جس معروضی صورت حال کا اسیر ہے وہاں ایسا ممکن تھا کہ وہ ذات کی پاتال میں اپنے زخموں کے مرہم کو تلاش کرتا ہوا نرگسیت کا شکار ہو جاتا ہے لیکن وہ اس بات سے اپنی شاعری کو بچالے گیا ہے اس نے داخل کی بجائے خارج کے حلقوں سے تعلق کو اہم جانا ہے۔ ہر تخلیق کار کسی نہ کسی نظریے سے وابستہ ہوتا ہے اور اس نظریے سے وابستگی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے وہ ہر قسم کی قربانی دینے اور مشکلات برداشت کرنے کا حوصلہ رکھے۔ ممتاز اطہر ہمیشہ مظلوموں کے حمایتی رہے ہیں نہ صرف ان کے حقوق کے لیے آواز بلند کرتے ہیں بلکہ ان کے لیے ہر طرح کی جدوجہد کرنے اور جان کی بازی لگانے کو بھی تیار رہتے ہیں۔

اس قدر سچ بولنے کی پڑ گئی عادت مجھے
مجھ کو مقتل تک مرا اپنا بیاں لے جائے گا(6)

دورِ آمریت میں ممتاز اطہر نے مظلوموں کے حق میں صدائے احتجاج بلند کیا تو اس پر مقدمات بھی کیے گئے اور کئی بار جیل بھی جانا پڑا مگر وہ اپنے مقاصد میں ہمیشہ ثابت قدم رہے۔

اور کچھ دن چپ رہیں گے تو یقینی بات ہے
خامشی کا یہ عمل سب کی زباں لے جائے گا(7)

ممتاز اطہر متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے محض شاعرانہ محسوسات پر زندگی گزارنے کی بجائے شہری زندگی میں ایک محنت کش کے حوادث حیات کو عملی زندگی کے تجربات میں برتا ہے انہوں نے تمام عمر ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے اور حلال رزق کے حصول کے لیے انتھک محنت کی ہے اور مسلسل محنت کے عمل کو وہ اس انداز میں بیان کرتے ہیں:

مسلسل دربدر ہونے کا سودا تو نہ تھا سر میں
تلاشِ رزق نے ہم کو نہیں رہنے دیا گھر میں(8)

ایک اور منظر" کی شاعری میں تصوف کی جھلک بھی نمایاں ہے۔ ممتاز اطہر اب ایک ایسے درویش کے روپ میں نظر آتے ہیں جو تقدیر الٰہی پر کامل یقین رکھتا ہے اور خدا کی رضا میں راضی رہنے کا ہنر بخوبی جانتا ہے۔

ازل کے چاک پر اس کو کوزہ گر نے
مجھے جیسا بنایا بن گیا میں(9)

ممتاز اطہر اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ خدا کی تلاش کے لیے کسی بیرونی سفر کی ضرورت نہیں، بلکہ خدا کا وجود انسان کی اپنی ذات کے اندر موجود ہے۔ انہیں بار بار اس کا احساس ہوتا ہے اور در حقیقت یہ احساس ہر انسان کو ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے کا ہنر سیکھ لے۔ مگر دل میں جھانکنے کا یہ عمل سخت ریاضت اور محنت کا متقاضی ہے۔

صرف ہوتا ہی نہیں دوسری آہٹ کا گماں
کوئی ہمراہ بھی چلتا ہوا لگتا ہے مجھے(10)

دنیا دور اس کی ہر شے فنا ہونے والی ہے یہی کامل یقین انسان کو حقیقی معنوں میں ایمان کی دولت عطا کرتا ہے۔ یہ عقیدہ کہ مٹ جانے کے بعد ایک نئی زندگی دی جائے گی، جہاں ہر عمل کا حساب ہو گا جب یہ حقیقت دل میں راسخ ہو جائے کہ زندگی اللہ کی عطا کردہ ایک امانت ہے اور اس کا حساب دینا ہو گا تو دنیا کی بے ثباتی کا شعور خود بخود گہرا ہو جاتا ہے۔ موت ایک ایسا موضوع ہے جس پر گفتگو کرتے ہوئے مضبوط اعصاب کے حامل افراد بھی لرز جاتے ہیں، کیونکہ جینے کے بعد مرنا ایک اٹل حقیقت ہے۔ حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اس لیے جہاں زندگی کا ذکر ہو گا، وہاں موت کا تذکرہ بھی ناگزیر ہو گا۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

وہ جب چاہیے جہاں چاہیے ہم اس کے ساتھ ہو لیں گے
کہ دور آفرینش میں قضاء سے عہد باندھا تھا(11)

ممتاز اطہر کو بخوبی احساس ہے کہ یہ دنیا ناپائیدار ہے، یہاں موجود ہر شے فنا کے اصول کے تابع ہے۔اس عارضی جہاں میں کوئی بھی ہمیشہ کے لیے نہیں ٹھہر تا بلکہ یہ ایک سرائے کی مانند ہے جہاں کچھ وقت قیام کے بعد انسان اپنی آخری منزل کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

اسی کی سمت بہے جا رہے ہیں عجلت میں
یہ ساز و رخت و قیام و سرا ہمارے لیے(12)

ممتاز اطہر کا شمار ان تخلیق کاروں میں ہوتا ہے جو غزل میں نہ صرف منفرد اور نئے موضوعات متعارف کراتے ہیں بلکہ ان موضوعات کو دلکش تمثالوں اور منفرد تشبیہات کے ذریعے ایک نیا رنگ عطا کرتے ہیں۔ان کی شاعری میں ایسا سحر ہے جو قاری کو محو کر لیتا ہے اور اسے دیر تک اس تخلیقی دنیا سے باہر نہیں آنے دیتا۔

ستارے ریت پہ آبیٹھے ہیں ساتھ مرے
حصار کرتی ہوئی روشنی میں رہتا ہوں(13)

ان کی شاعری کے مطالعے سے احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنی تنہائی کا مداوا فطرت کی قربت میں تلاش کرتے ہیں۔وہ پرندوں، موسموں، ستاروں اور فطرت کے رنگوں سے مکالمہ کرتے ہیں اور ان کی رمزوں کو گہرائی سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے انہوں نے اپنی داخلی دنیا کو قدرت کے آئینے میں دیکھنے کا ہنر سیکھ لیا ہو۔ممتاز اطہر نے اپنی شاعری میں عشق و حسن کے موضوعات اور محبوب کے سراپا کو بھی نہایت خوبصورت اور منفرد انداز میں بیان کیا ہے کیونکہ یہ اردو شاعری کا بنیادی موضوع ہے یاد، غم ہجر و وصال، جدائی وغیرہ وہ جذبات ہیں جن سے شاید ہی کوئی دل خالی ہو اور ہر شاعر کا کلام اس جذبے سے خالی نہیں ہو تا آپ نے اپنی شاعری میں محبوب کی آواز کی لطافت کو اس انداز میں بیان کیا ہے۔ان کی شاعری میں اداسی کی ایک مخصوص فضا محسوس کی جاسکتی ہے، جو ان کے اشعار میں گہرے جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔یہ کیفیت اس بات کا اظہار ہے کہ ان کے ہاں دل گدازی اور دل سوزی کے عناصر نمایاں ہیں، جو قاری کے احساسات کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔

قلزم غم کی تہہ تک تو میں پہنچ گیا ہوں
میرے ہاتھ میں کوئی گوہر آسکتا ہے(14)

ممتاز اطہر نے غزل کی روایت کو زندہ رکھا ہوا ہے اور تمام موضوعات آپ کی غزل کی خوبصورتی کو برقرار رکھنے میں مدد کرتے ہیں۔انہی موضوعات میں ایک ہجر و وصال ہے اس موضوع پر قریبا ہر شاعر نے لکھا ہے کیونکہ نظام زندگی جدائی پر ہی ہے ہر ذی روح کو مرنا اور موت کے بعد اس کی اصل سے جاملنا ہے تو اس جدائی سے بڑھ کر کوئی خوشی کی بات نہیں۔

کہیں وصال کہیں ہجر کا تماشہ
ہمارے سامنے لکھا کیا تماشہ ہے(15)

دو باتیں ایسی ہیں جو ممتاز اظہر کی شاعری کو امتیاز بخشتی ہیں اول سہل ممتنع کے ساتھ اثر آفرینی دوم الفاظ کی موسیقیت۔آسیہ نازلی اس حوالے سے لکھتی ہیں:

> "ممتاز اطہر کی شاعری کے مطالعے سے جو بات سب سے نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ ممتاز اطہر کے ہاں شعور کا عمل دخل بہت زیادہ ہے اس نے شعوری طور پر اپنی شاعری کو بنایا سنوارا ہے وہ آمد کا نہیں بلکہ آورد کا قائل ہے یہ اس کا تنقیدی شعور ہے وزندگی اور اس کے مظاہرہ انسان اور اس کے مسائل کائنات اور فطرت کا تنقیدی شعور رکھتا ہے اس نے زندگی اور اس کے متعلقات کو بڑے سلیقے سے شاعری میں بیان کیا ہے"۔(16)

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ممتاز اطہر کے اسلوب کا ایک حسن مکالمے اور سوال میں پوشیدہ ہے مکالمے کی خواہش ہر اس شخص میں ہوتی ہے جو صورت حال میں تبدیلی کا مدعی ہو۔

جس جانب ہیں اپنے تیر انداز اچانک
اس جانب وار ہو تو کیا ہو گا؟(17)

مکالمے اور سوال نے اس کے اسلوب میں تیقن اور رجائیت بھی پیدا کر دی ہے جو جبر کے خلاف لوگوں کا حوصلہ بن جاتا ہے۔ ممتاز نے غزل کی موضوعات اور پیش کش کے انداز کی انفرادیت انھیں اپنے ہم عصروں اور غزل کی تاریخ میں ممتاز کرتی ہے۔

ظہیر کاشمیری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ممتاز اطہر بدلے ہوئے تناظر کی نسبت سے غزل میں نے تلوار سے تلاش کرتا ہے اور کلاسیکی علامتوں کو نئے سیاق و سباق کے ساتھ نئے معانی پہنانے کی کوشش کرتا ہے اپنے ہم عصروں کے برعکس اس کے لئے تلازمے اور نئی علامتیں صنفی شعر کو مجروح نہیں ہونے دیتے بلکہ شعر کے حسن میں اضافہ کرتے ہوئے اس کو ترسیل خیال میں مدد دیتے ہیں۔(18)

ہر دور کے شعراء نے غزل کو بطور اظہار بہت پسند کیا کیونکہ غزل کی مخصوص ساخت اور ضابطے شعراء کو موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ منفرد لہجے اور اچھوتے انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں ممتاز اطہر بھی ایک ایسے ہی شاعر ہیں جنہوں نے اپنے فنی و فکری خیالات کے اظہار کا ذریعہ دوسری اصناف سخن کے ساتھ ساتھ غزل کو بھی بنایا۔ شمیم احمد اس بارے میں کہتے ہیں:

> "دنیا بھر کی اصناف شاعری میں صرف غزل ہی ایسی صنف ہے جو ایک طرف حد سے زیادہ پیچیدہ پابند، مقررہ اصولوں اور ہیئت کی حامل ہے اور دوسری طرف اتنی ہی گہری، وسیع اور پیچیدہ معنویت کی حامل ہے۔ یہ دونوں چیزیں بظاہر ایک دوسرے کی متضاد معلوم ہوتی ہیں مگر ایک دوسرے سے اس طرح پیوستہ ہیں جس طرح انسان کا ظاہر اور باطن۔"(19)

غزل کی اہمیت کے حوالے سے آپ کی شاعری میں موضوع اور اسلوب میں ایک منظر و جدیدیت نمایاں ہے۔ آپ نے اپنے عہد کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے، معاشرتی اور سماجی حالات کی بھرپور عکاسی کی ہے اور ان موضوعات کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ غزل ایک ایسی صنف سخن ہے جس میں قافیہ اور ردیف کی پابندی اس کا بنیادی جزو ہے، کیونکہ قافیہ ہی وہ عنصر ہے جو غزل کے مخصوص اسلوب اور آہنگ کو برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے، جبکہ ردیف اس میں ایک دلکش روانی پیدا کرتی ہے۔ قافیہ اور ردیف کا یہ امتزاج شعر کے سن اور تاثیر میں میں اضافہ کرتا ہے جو غزل ایک مفرد صنف تھی ہی ہے۔ ممتاز اطہر کی شاعری کا گہرا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی غزلوں میں قافیہ اور ردیف کا استعمال نہایت مہارت اور فنی چابک دستی سے کیا گیا ہے۔ یہ عناصر نہ صرف ان کے خیالات کے اظہار میں معاون ثابت ہوتے ہیں بلکہ ان کی شاعری کو ایک منفرد آہنگ بھی عطا کرتے ہیں۔ ان کی غزلیات پڑھنے سے یہ احساس ہوتا ہے کہ غزل، جو ایک پابند صنف سخن ہے، کبھی بھی ان کے تخلیقی اظہار میں رکاوٹ نہیں بنی۔ وہ قافیہ ردیف کے التزام کے باوجود اپنی بات کو مکمل انداز میں بیان کرنے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں اور دو مصرعوں میں ایک مکمل خیال پیش کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے شمیم احمد کا کہنا ہے:

> "غزل نہ صرف ہمارے جذبات واحساسات کا اظہار ہے بلکہ کسی شعر کے دو مصرعوں میں کسی عیال کو تحمیل کے ساتھ پیش کر دینا ایک فنی کارنامہ ہے۔"(20)

ممتاز اطہر نے اپنی شاعری کے حسن میں اضافے کے لیے تشبیہات اور استعارات کا مؤثر استعمال کیا ہے۔ وہ اپنے عہد کے حالات و واقعات کی ترجمانی کے لیے ایسے استعارات برتتے ہیں جو نہ صرف اس دور کی اجتماعی کیفیت کو نمایاں کرتے ہیں کہ ان کے پہلے شعری مجموعے "محبس میں دراڑ" کی پہچان بھی بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کی شاعری میں "

Vol. 3, No.1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مسلسل سفر "اور "ہجرت" کے استعارے بار بار استعمال ہوئے ہیں، جو تغییر، جبر اور مسلسل جدوجہد کی علامت کے طور پر ابھرتے ہیں۔ڈاکٹر اے بی اشرف اس حوالے سے کہتے ہیں:

"ممتاز اطہر کے ہاں ہجرت اور سفر کا استعارہ بڑے تواتر کے ساتھ آیا ہے نئے جزیروں کی تلاش معلوم سے نامعلوم کی خواہش کسی منزل پر اکتفانہ کرنے کا عزم اور مسلسل چلتے رہنے کی آرزو اس ہجرت اور سفر کے محرکات ہیں۔(21)

ہم اپنی ذات کے صحرا میں ننگے پاؤں چلے
ہمارے سر پہ کوئی سائباں کیا ٹھہرے
اپنے اندر کے صحرا میں آخر تھک کر بیٹھ گئے
ایک طویل اڑان تھی جس پر سب کے ہی پر قرض ہوئے(22)

صحرا کا استعارہ شاعر کی ذات سے شروع ہو کر پوری کائنات کو اپنے احاطے میں لے لیتا ہے۔صحرا کی بے کرانی، ویرانی، ہیبت اور رخوف کے عناصر ممتاز اطہر کی شاعری میں نمایاں طور پر جھلکتے ہیں۔انہوں نے اس استعارے کے ذریعے فرد کی و" تنہائی تخلیقی اور فکری جمود، اور عدم تحفظ کے جذبات واحساسات کو وراانداز میں پیش کیا ہے اسی طرح اور دریا کا استعارہ انہوں نے جدید عہد کی عورت اور معاشرتی رویوں کی عکاکے لیے استعال کیا ہے، جو سماجی جبر اور گھٹن کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔

ممتاز اطہر نے علامتوں کو منفرد انداز میں برتا ہے، جو ان کے شعری اسلوب کی نمایاں خصوصیت ہے۔ان کے ہاں علامتوں کا گہرااور بامعنی استعمال ملتا ہے، ان میں نمایاں "شہر" کی علامت ہے۔عام طور پر شہر تہذیب وتمدن کا مرکز اور زندگی کی رونقوں کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے جب یہی شہر ظلم و جبر کے ان دیکھے آسیب میں جکڑ جاتا ہے تو اس کے باسی بے جس پتھر کی مورتیوں میں ڈھل جاتے ہیں، اور یوں پورا شہر مجسمے کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

وہ چپ ہے کہ سانسوں کی صدا تک نہیں آتی
اس شہر میں اب کسی کو بھلا زندہ کہا جائے(23)

ممتاز اطہر شاعری میں لفظ "شجر" کو ایک محافظ کی علامت کے طور پر برتتے ہیں، لیکن یہی شجر بعض اوقات آسائشوں اور رشتوں کی زنجیر میں بدل کر انسان کے قدموں کی بیڑی بن جاتا ہے اور اسکی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کر دیتا ہے۔ممتاز اطہر نے جبر واستبداد کے خلاف رد عمل کے طور پر معاشرتی خاموشی کو ایک علامت کے طور پر اپنی شاعری میں برتا ہے۔اس عہد میں آنکھیں دیکھنے سے قاصر تھیں، کان سننے سے انکاری تھے، ذہن مفلوج اور عقل بے اثر ہو چکی تھی۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خوف ہر سمت سایہ فگن ہے، لفظ اپنی تاثیر کھو چکے ہیں اور مزاحمت دم توڑ چکی ہے۔انہوں نے اپنی شاعری میں ایک منفرد علامتی نظام ترتیب دیا ہے۔پروفیسر قاضی عبدالرحمن عابد اس حوالے سے کہتے ہیں:

فنی حوالے سے ممتاز اطہر کی اہم ترین بات اس کے لہجے کی تازگی اور انفرادیت ہے اس نے غزل کو موضوع اور اسلوب دونوں اعتبار سے ایک اچھوتا پن دیا ہے۔اس نے تغزل کی روح اس سوز اور درد سے پیدا کی ہے جو خارجی حوالوں سے جنم لیتا ہے یہ ایک مشکل بات ہوتی ہے لیکن ممتاز اطہر نے یہ کر دکھایا ہے۔(24)

تمثال گری میں ممتاز اطہر کا کوئی ثانی نہیں وہ لفظوں سے نقشہ گری کے ماہر ہیں انہوں نے اپنی شاعری میں اپنے عہد کی زندہ تصویروں کی عکس بندی کی ہے جو بہت دیدہ زیب اور حقیقت کے قریب ہے۔ڈاکٹر قاضی عابد لکھتے ہیں:

"ممتاز اطہر کی سب سے بڑی خوبی اس کی تصویر کشی اور امیجری پر دسترس ہے وہ منظر کو تصویر کرنا جانتا ہے وہ تشبیہ اور استعارہ سے بے نیاز منظروں میں دھڑکنیں تقسیم کرتا چلا جاتا ہے اور بیانیے کی بجائے صبقات کے عمل کو بروئے کار لاتا ہے حسی، بصری اور کمی تصویریں بولتی ہوئی یہاں تک کہ خاموشی اور سنائے کی دھڑکن بھی سنائی دے جاتی ہے۔"(25)

اس شب کی دیوار سے کوئی اینٹ نکال
دن کے روشن لمحوں کو امکان میں رکھ(26)

ممتاز اطہر کے ہاں تراکیب کا بھی ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔بظاہر ہر لفظ اپنی جگہ پر ایک علامت اور اصطلاح کا درجہ رکھتا ہے، لیکن اگر اسے تنہا بر تا جائے تو اس کا مفہوم یک رخ اور محدود رہتا ہے۔جب دو الفاظ آپس میں مل کر ایک ترکیب بناتے ہیں تو ان میں معنوی وسعت اور فکری گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ممتاز اطہر کی شاعری میں ایسے ہی نادر اور با معنی تراکیب کا ایک وسیع جہاں آباد ہے، جو ان کے تخلیقی اظہار کو مزید منظر واور موثر بناتا ہے۔

کسی چراغ کو سورج نما کہے تو کہے
زمانہ سنگ کو گر آئینہ کہے تو کیسے(27)

ممتاز اطہر نے بحروں کا بھی انتہائی مہارت اور سلیقے سے استعمال کیا ہے۔انہوں نے روایتی اور عام طور پر مروج بحروں سے اجتناب کرتے ہوئے ان میں جدت پیدا کی اور منفرد تجربات کے ذریعے نئے اوزان ترتیب دیے۔ ان کے یہ تجربات ان کی فنی ریاضت، عروضی مہارت اور تخلیقی جستجو کا واضح ثبوت ہیں، جو ان کی شاعری کو ایک الگ رنگ عطا کرتے ہیں۔آپ کی شاعری میں صنف تضاد کا استعمال ملتا ہے۔

جو سورج کو شب تاریک میں مستور کرتا ہے
وہی اندر کی آنکھ کو چراغ طور کرتا ہے(28)

سوال کرنا اور کرتے رہنا انسان کو فکر کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے جستجو سے سوال کی کیفیت جنم لیتی ہے باشعور انسان ہی سوال کرتا ہے۔ممتاز اطہر نے اپنی شاعری میں صنعت استفہام کا استعمال بار بار کیا ہے جو کہ کسی بھی شاعری کی فنی مہارت کو ظاہر کرتا ہے وہ کبھی خود سے تو کبھی لوگوں سے تو کبھی قدرتی مناظر سے سوال پوچھتے ہیں۔

طلب کیا کسی لمحے نے گر حساب تو پھر؟
پلٹ کے آگیا تو تجھ پر ترا عذاب تو پھر؟(29)

ممتاز اطہر شاعری میں جہاں دیگر فنی وسائل کو مہارت سے برتے ہیں وہیں تلمیحات کا استعمال بھی نہایت خوبصورتی سے کرتے ہیں انہیں نئے معانی اور جہتیں عطا کرتے ہیں۔ان کی تلمیحات اپنے اندر وسیع معنوی جہان سموئے ہوتی ہیں جو ان کی گہری فکری بصیرت اور فنی پختگی کا مظہر ہیں۔ایک شاعر یا ادیب ارد گرد بکھری چیزوں میں جمالیات کو دیکھتا اور اپنی شاعری میں قرینے سے اس خوبصورتی کو سجا
دیتا ہے ممتاز اطہر کے ہاں قوتِ اظہار اور قوت تخیل دونوں کی کمی نہیں وہ جزوی طور پر بھی مطالعہ کرتے ہیں اور اظہار کے فن سے بھی بخوبی واقف ہیں ان کی شاعری میں جمالیات کا بھرپور طریقے سے اظہار ملتا ہے۔

اک ستارہ جو لب جو سے مجھے دیکھتا ہے
بار اول مرے پہلو سے مجھے دیکھتا ہے(30)

ممتاز اطہر کی شاعری کے فنی اور فکری تجزیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی تخلیقی دنیا میں شعوری کوششوں کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔انہوں نے اپنی شاعری کو نہ صرف فکری وسعت دی بلکہ اسے فنی طور پر بھی انتہائی محنت اور مہارت کے ساتھ سنوارا۔ان کی شاعری میں فطرت انسانی رویے، زندگی کے پیچیدہ مسائل اور عصری حالات کی جھلک

ملتی ہے، جو ان کے گہرے مشاہدے اور تنقیدی بصیرت کا ثبوت ہے۔ وہ محض جذبے کی رو میں بہنے والے شاعر نہیں بلکہ ایک باشعور تخلیق کار ہیں، جو زندگی کے مظاہر کو ایک خاص زاویے سے دیکھتے اور انہیں اپنی شاعری میں ایک منفرد اسلوب اور خوبصورت پیرائے میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں اظہار کی قدرت، الفاظ کا چناؤ، شعری ساخت کی مضبوطی اور گہرے فکری زاویے ایک ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی انتھک فنی ریاضت اور غیر معمولی تخلیقی شعور کی عکاسی کرتا ہے۔

حوالہ جات:

1. ممتاز اطہر "محبس میں دراڑ" آتش فشاں پبلی کیشنز پریمیئر پرنٹرز، لاہور، اکتوبر 1192ء، ص:159
2. ایضاً، ص: فلیپ
3. ایضاً، ص:131
4. ایضاً، ص:30
5. ایضاً، ص:121
6. ایضاً، ص:166
7. ایضاً، ص:166
8. ممتاز اطہر "اک اور منظر"، ضوریز پبلی کیشنز، ملتان، ستمبر 2003ء ص:90
9. ایضاً، ص:82
10. ممتاز اطہر "اک اور منظر"، ضوریز پبلی کیشنز، ملتان، ستمبر 2003ء ص:183
11. ایضاً، ص:136
12. ایضاً، ص:142
13. ممتاز اطہر "دیر تک"، ضوریز پبلی کیشنز، ملتان، جولائی 2017ء ص:183
14. ایضاً، ص:52
15. ایضاً، ص:136
16. آسیہ نازلی، "شعری روایت میں ممتاز اطہر کا مقام" ماہنامہ فانوس، لاہور، ممتاز اطہر نمبر، ص:68
17. ممتاز اطہر "محبس میں دراڑ" آتش فشاں پبلی کیشنز پریمیئر پرنٹرز، لاہور، اکتوبر 1192ء، ص:152
18. ایضاً، ص: فلیپ
19. فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو شاعری کا فنی ارتقاء"، اردو اکادمی سندھ، کراچی، 1990ء ص:50
20. ایضاً، ص:63
21. اے۔ بی اشرف، ڈاکٹر، "کچھ نئے اور پرانے شاعر"، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور
22. ممتاز اطہر "محبس میں دراڑ" آتش فشاں پبلی کیشنز پریمیئر پرنٹرز، لاہور، اکتوبر 1192ء، ص:81
23. ایضاً، ص:163
24. ایضاً، ص:49
25. عبدالرحمن عابد، ڈاکٹر، ماہنامہ "فانوس" لاہور، جولائی، اگست، 2016ء ص:37
26. ممتاز اطہر "محبس میں دراڑ"، ص:47
27. ایضاً، ص:41
28. ممتاز اطہر "اک اور منظر"، ضوریز پبلی کیشنز، ملتان، ستمبر 2003ء ص:7
29. ممتاز اطہر "محبس میں دراڑ"، ص:49
30. ممتاز اطہر "اک اور منظر"، ضوریز پبلی کیشنز، ملتان، ستمبر 2003ء ص:105